

﴿انتقاد کے لئے کتاب کے دو نسخے آنا ضروری ہے﴾

انتقاد

مؤلف: مولانا امین احسن اصلاحی۔

پروردہ اور قرآن مجید: سائز $\frac{۲۰ \times ۳۰}{۸}$ ، صفحات ۲۷ - قیمت: ۶۰ پیسے۔

شائع کردہ: دارالاشاعت الاسلامیہ، کوثر روڈ، اسلام پورہ، لاہور۔

اسلام معاشرہ کے افراد کو خیر اور مفاد عامہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے اور اس میں مرد و زن میں کوئی تفریق نہیں کرتا۔ خیر اور مفاد عامہ وسیع مفہوم رکھتے ہیں۔ آج ہمارے معاشرہ میں تعلیم، صحت، صنعت، دفتری اور انتظامی ذمہ داریاں، پولیس اور فوج اور اسی قسم کی دوسری ملکی و قومی ضرورتیں سب مفاد عامہ اور خیر ہیں جو نئے تقاضے رکھتی ہیں اور ہم ان میں سے کسی ضرورت کو بھی غیر اہم سمجھ کر عورتوں کو اس سے الگ نہیں کر سکتے، عورت نے ہر زمانہ میں مرد کا ساتھ دیا اور اس کا ہاتھ بٹایا ہے۔ اگر پہلے وہ کھیتوں میں جا کر اپنے مردوں کی مدد کرتی تھی تو آج وہ کارخانوں اور دفاتر میں مختلف خدمات انجام دے کر اس کی مدد کر رہی ہے، سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اسلام مردوں کا ساتھ دینے کے سلسلہ میں عورتوں پر کیا ذمہ داریاں اور قیود عائد کرتا ہے؟

بلاشبہ ہمارے معاشرتی مسائل میں یہ نہایت نازک و سنجیدہ اور پیچیدہ ترین مسئلہ ہے اور

بقول علامہ اقبالؒ:۔

ہزار بار حکیموں نے اس کو سلجھایا

مگر یہ مسئلہ زن رٹا وہیں کا وہیں

یہ تو ہے حکیموں کا اس مسئلہ کو حل کرنے کا نتیجہ، لیکن اسلامی تعلیمات اس بابے میں جو حل

پیش کرتی ہیں وہ نہایت سادہ اور ہر زمانہ میں قابل عمل ہیں بشرطیکہ ہم اپنی قوت بیان و کلام سے

اسے اپنے لئے مشکل نہ بنالیں، دلن یشاد هذا الذین احدثوا شاذة۔

”پہرہ اور قرآن“ لکھ کر مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے مسئلہ زن کے ایک اہم پہلو کا کتاب اللہ کی روشنی میں جائزہ لیا ہے لیکن کچھ اس طرح کہ جدید معاشرہ اور اس کی جدید ضرورتوں اور نت نئے تقاضوں کو نہیں چھیڑا۔ قرآن مجید کو اپنے معاشرہ اور جدید ماحول میں حاکم بنانے کی بجائے قرون وسطیٰ کے مسائل اور ضروریات کو سامنے رکھا گیا ہے۔

مولانا موصوف کا یہ نکتہ کہ ”عام حالات میں عورت کے لئے گھر سے باہر نکلنا اسلام نے پسند نہیں کیا۔“ (دیکھئے صفحہ ۱۲)۔ بہت سے سوالات پیدا کرتا ہے جنہیں موصوف یکسر نظر انداز کر گئے ہیں، کیا عام حالات میں عورت تعلیم و تعلم کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟ کیا وہ اجتماعی کاموں میں حصہ لینے کے لئے گھر سے باہر نکل سکتی ہے؟ کیا وہ نوکری کے لئے کارخانہ اور دفاتر میں جاسکتی ہے؟ کیا وہ عبادت کے لئے مساجد میں جاسکتی ہے؟ کیا وہ کار چلا کر اپنے شوہر اور بچوں کو دفتر اور سکول پہنچا سکتی ہے؟ کیا وہ اپنے گھر کے لئے سامان لینے بازار جاسکتی ہے؟ کیا وہ تنہا چھوٹے گھر کے لئے جاسکتی ہے؟ کیا وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے بیرونی ممالک میں جاسکتی ہے، یہ اور اس قسم کے بیشتر سوال موصوف کے مندرجہ بالا جملہ پر اٹھائے جاسکتے ہیں اور آج کے معاشرہ کو ان کا اسلامی جواب درکار ہے جو قرآن کی حدود میں رہ کر دیا جائے۔

موصوف کا ”عام حالات“ بھی شرح کا طالب ہے۔

اسی طرح یہ عبارت: ”صرف کسی خاص ضرورت ہی کے لئے اس کو گھر سے باہر نکلنے کی اجازت ہے۔“ (صفحہ ۱۲)۔ یہاں ”صرف“ کے بعد ”خاص ضرورت“ کا اضافہ بہت حد تک یہ بتا رہا ہے کہ عورت گھر سے نکلے ہی نہیں، ”خاص ضرورت“ خاص طور پر تشریح طلب ہے، کیونکہ بظاہر یہی معلوم ہو رہا ہے کہ عام ضرورتیں مثلاً پڑھنے پڑھانے کے لئے، سودا خریدنے کے لئے، رشتہ داروں سے ملنے کے لئے، سیر و تفریح کے لئے اس کا باہر نکلنا اسلام پسند نہیں کرتا، اب نہیں معلوم کہ روزی کمانے کے لئے گھر سے نکلنا خاص ضرورت ہے یا عام ضرورت؟؟

موصوف کا سورۃ النور کی آیت: ”قل للمؤمنات یغضون ابصارھن ویحفظوا فروجھن ذلت

ازکی لھم ان اللہ خیر بما یضعون وقل للمؤمنات یغضون ابصارھن ویحفظوا فروجھن... الخ

کو مگر کے اندر کے پڑے سے خاص کر دینا ہمارے نزدیک درست نہیں۔

ہمارے خیال میں قرآن مجید نے پردہ کی حدود میں زیادہ سے زیادہ اور کم سے کم پردہ کو بیان کر دیا ہے اور معاشرہ میں افراد اپنے حالات و مقتضیات کے مطابق اپنی اپنی حدود میں رہ کر پردہ کے وہ تقاضے پورے کریں گے جو اسلامی تعلیمات ان سے مطالبہ کرتی ہیں اور رُوح بھی رہے گی کہ معاشرہ میں جنسی بے راہ روی کا سدباب ہو جس کے لئے قرآنی ہدایات "غض بصر اور حفظ فرج" کو ضروری قرار دیتی ہیں، تاکہ معاشرہ میں ماؤں، بہنوں اور بیٹیوں کا وقار بڑھے، اور جذباتِ سافلہ کو بھڑکانے والے عوامل و بے رہی۔

یہ نین علیہن من جلا بیہن، کا ترجمہ صفحہ ۱۷ پر اپنے چہروں پر اپنی بڑی چادر کا حصہ لٹکا لیا کریں: کیا گیا ہے جب کہ "چہروں پر" کا اضافہ قرآن پر اضافہ ہے اس کا مفہوم اپنے جسموں پر، جسموں کے بالائی حصوں پر، سروں پر، کاندھوں پر ہو سکتا ہے؟۔ اردو میں بلا آمیزش اس کا سیدھا سا ادھر پورا پورا ترجمہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے اوپر اپنی بڑی چادریں لٹکا لیا کریں، اور ہمارے خیال میں اس میں گونگھٹ نکانے یا نہ نکانے کا کوئی پہلو نہیں نکلتا، یہ ہمارے ہندوستانی ماحول کی پیداوار ہے۔ اگر ایک عورت اپنے سر اور سینہ پر دو پٹہ ڈال کر کاندھوں پر بڑی چادر لٹکائے تو وہ قرآن مجید پر عمل کا حق ادا کر دیتی ہے۔

مصنف: راجہ محمد شریف، بی اے۔

صفحات ۷۰۳، علاوہ تصاویر۔

آئینہ حجاز

قیمت درجہ اول: بیس روپے، درجہ دوم: سولہ روپے، نیوز پرنٹ تیرہ روپے۔

شائع کردہ: زاہد اکیڈمی، ۷-اے، کوہ نور شوگر ملز کالونی، جوہر آباد۔

کتاب سفر نامہ حج پر مشتمل ہے، قاری کو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ مصنف کے ساتھ حج

کرتا چلا جا رہا ہے۔ حج سے متعلق بہت سی مفید معلومات جمع کر دی گئی ہیں جس سے یہ کتاب حج

پر دعوت ہونے والوں کے لئے ایک تحفہ ہے۔ قابل مصنف نے ادبی چاشنی اور کہیں کہیں مزاح کی

آمیزش سے اُسے دو آئینہ کر دیا ہے۔ معمولی اردو جاننے والا بھی اسے لغیر بار محسوس کئے شروع سے آخر تک پڑھا چلا جائے گا۔ اردو میں سفر نامہ ج پر اتنی دلچسپ اور ضخیم کتاب غالباً شائع نہ ہوئی ہوگی۔ بلاد عربیہ سعودیہ میں سے مصنف کا جن علاقوں میں گذر ہوا اور وہاں جو جدید تبدیلیاں اور ترقیاں انہیں نظر آئیں ان سب پر بے لاگ تبصرہ کیا ہے اور ایسا مترشح ہوتا ہے کہ وہ حجاج کے لئے سعودی عرب کی طرف سے کی جانے والی سہولتوں سے مطمئن ہیں۔

کتاب کے چند عنوانات یہ ہیں: حضرت ابراہیمؑ کی حیات مقدسہ، تاریخ کعبہ، فلسفہ حج اور مسائل مکہ مکرمہ سے منہی کو، منہی سے مکہ مکرمہ کو۔

گناہوں کی معافی کے لئے آپ زمزم میں کفن بھگونے پر مصنف کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

۵۱۵۔ "ایک بات ہمیں بڑی عجیب لگتی۔ کہ روزانہ ہمارے لوگ کفن کے لئے کپڑا خرید کر آپ زمزم سے اسے دھو کر بیت الحرام کے اندر سوکھنے کے لئے ڈال دیتے۔ اس عمل کا فقہی اور علمی پہلو تو ہمارے علماء کرام ہی بتا سکتے ہیں کہ یہ بات کہاں تک جائز اور درست تھی۔ مگر ہمارے نزدیک یہ طریق کار بیت الحرام کے تقدس کے منافی تھا۔ لا ریب اللہ تعالیٰ اور اس کے نبی کریم صلعم کی خوشنودی کے احکامات اور طریقے قرآن حکیم اور اسوۂ حسنہ میں موجود ہیں۔ انسان کی نجاتِ اخروی کے لئے کن اعمال و افکار کی ضرورت ہے۔ وہ کسی مسلمان سے بھی ڈھکے چھپے نہیں۔ مگر ان حدائقوں سے پہلو تہی اور جان بوجھ کر ان کو نظر انداز کر کے اپنی نجات آپ زمزم سے دھلے ہوئے کفن سے وابستہ کرنا ایک عام ذہن کی تسلی کے لئے تو ممکن ہے کوئی بنیاد مہیا کر دے۔ مگر اسلامی ذہن رکھنے والے حضرات کے نزدیک یہ بات خود فریبی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔ نجاتِ اخروی کے لئے تو ان اعمال و افکار کا سنوارنا ضروری ہے جو ہر لمحہ کرنا کامیاب ترین تحریر کرتے رہتے ہیں اور جو خداوند عالم کے سامنے انسان کے مرنے کے بعد اس کی زندگی کے مکمل ریکارڈ کی صورت میں اس کی نیکی و بدی کا فیصلہ کرنے کے لئے پیش ہو گا۔ اس ریکارڈ میں مندرجہ بالا علمیاں اور بد عقیدگیاں تو ظاہر ہے کہ آپ زمزم سے دھلا ہوا کفن ڈالنے سے نہیں بدل سکتیں۔ پھر یہ لوگ خدا جانے کیوں دطرا دطر لٹھے کے تھان خرید کر اور آپ زمزم سے دھو کر پورا پورا دن سکھانے رہتے

تھے۔ استفادہ پر لوگ نہایت سادگی سے جواب دیتے کہ قبر کے عذاب سے بچنے کے لئے ایسے کفن کا جو نہایت ضروری ہے میرا اور داخل عثمانی کا خیال تھا کہ ہمارے علماء کو ادھر توجہ کرنی چاہیے۔ اور لوگوں کو صحیح راہ پر ڈالنا چاہیے۔ خدا جانے یہ اور اسی قسم کی دیگر طفل تسلیاں اسلام جیسے دیو حقہ کا جزو عظیم کیسے بن گئی ہیں۔ اور ان کی بنیادیں کن لوگوں نے استوار

کیں۔ اور یہ عقائد مسلمانوں کے ذہنوں میں کیسے راسخ ہو گئے ہیں، کہ لوگ ارفع و اعلیٰ عقائد و اعمال کی شاہراہ عظیم چھوڑ کر نجات اخروی کے لئے ایسی اٹھیں جوئی پچھڑاٹھیاں استعمال کر رہے ہیں، جو خود ہی اپنے بیخ و بن میں گم ہو جائیں۔ اور جن پر چلنے والے رہو کسی منزل پر بھی پہنچ نہیں پاتے۔ ہمارے علمائے کلام اور اسلامی ذہن رکھنے والے مصنفین کے لئے ضروری ہے کہ بے کار مباحث سے ہٹ کر وہ لوگوں کو اسلام کا مراد مستقیم دکھانے کی کوشش کریں۔ حج کی سعادت حاصل کرنے والے حضرات خصوصیت سے علماء کی اس توجہ کے مستحق

ہیں۔ کیونکہ آپ جتنے تقان بیت الحرام میں آپ زمرہ سے دخلے ہوئے پائیں گے وہ مثلاً اللہ سب پاکستانی حضرات کے ہی ہوں گے۔ دیگر ممالک کے حاجیوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں۔

اور اگر ہے تو آٹے میں نمک کے برابر۔ شاید قبر کے عذاب سے بچنے اور نجات اخروی کے حصول کا یہ نقطہ عظیم صرف ہماری سمجھ میں ہی آیا ہے۔ اور باقی ممالک کے لوگ نجات کے اس ”شارٹ کٹ“ سے ابھی بے خبر ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے لوگ ایسی باتوں پر بڑا وقت ضائع کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ ٹھٹھے کے تقان ہی دھونے کا اہتمام نہیں کرتے۔ بلکہ اپنے کپڑے بھی دھو کر بیت اللہ کی دوسری منزل کی ریگ پر ڈال کر پورا پورا دن سکھاتے رہتے ہیں جو سراسر بیت الحرام کے تقدس کے خلاف ہے۔ اس لئے سب حضرات کو ادھر توجہ کرنی چاہیے۔

اور اگر سے رخصت ہونے سے پہلے علماء کرام سے حج کے مسائل سیکھ لینے چاہئیں۔“

اب مسجد نبوی کی خاک پاک پر عبدالرحمان کے ساتھ ہونے والے واقعہ اور اس پر مصنف کا تبصرہ ملاحظہ کیجئے:

”عبدالرحمن نے مسکراتے ہوئے بتلایا کہ یہ صاحب پاکستان کے ضلع لائل پور کے تاجر ہیں۔ اور چند دنوں سے مجھے کہہ رہے ہیں کہ میں مسجد نبوی کی مٹی ان کو کہیں سے مہیا

کردوں۔ اس سے قطع نظر کہ ہماری گورنمنٹ نے ایسی باتوں سے منع کیا ہوا ہے۔ میں ذاتی طور پر بھی اسے مناسب نہیں سمجھتا۔ کیونکہ مجھے پتہ ہے کہ لوگ محض پیسے بٹورنے کے لئے یہ کاروبار چلاتے ہیں نہ کوئی مسجد نبوی سے خاک اکٹھی کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو ایسا کرنے کی اجازت ہے۔ لوگوں نے زائرین کی عقیدتوں سے فائدہ اٹھانے کے لئے ایسے کاروبار شروع کر رکھے ہیں۔ ورنہ اصلیت یہ ہے کہ جو مٹی لوگ بیچتے ہیں اس کا مسجد نبوی سے قطعی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ دوسرے ایسی باتوں کا فائدہ ہی کیا ہے۔ جب آپ زیارتِ روضہ اقدس کے لئے نبی آخر الزمان کے قدموں میں مدد پہنچ گئے ہیں۔ پانچوں نمازیں مسجد نبوی میں ادا کرنے اور درود و سلام بھیجنے میں ہر گھڑی آزاد ہیں۔ تو یہ خاک لے جانے سے کیا حاصل؟

میں عبدالرحمن کی یہ باتیں سن کر بڑی دیر تک سوچتا رہا کہ اس نوجوان کے عقائد کتنے سلجھے ہوئے ہیں اور اس نے کتنے پتے کی باتیں ہمارے پاکستانی حاجی سے کہی ہیں۔ یہی مجھے پختہ یقین تھا کہ "خاک" کی تلاش کرنے والے صاحب عبدالرحمان سے ناامید ہو کر اب کسی اور کا دوازہ کھٹکھٹائیں گے۔ اور اپنی خواہش کی تکمیل کے لئے ہر ممکن کوشش کریں گے۔ اگرچہ اس سے انھیں کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ مگر یہ "تبرک" وہ حاصل کر کے ہی دم لیں گے اور پاکستان میں جا کر خدا جانے کس ملک کی مٹی کو مسجد نبوی کی "خاک" بنا کر لوگوں کی منگیلیں آسان اور روزی کشادہ کرنے میں امداد کریں گے۔ (ص ۶۷۱ تا ۶۷۲)

آخر میں مصنف نے عربی زبان کے اسلام اور مسلمانوں سے تعلق پر جو شکستہ تبصرہ کیا ہے، وہ پیش کیا جاتا ہے:

• جس کمرہ میں میں بیٹھا تھا۔ وہاں دو صاحب اور بھی تھے۔ وہ آپس میں روانی سے عربی بول رہے تھے۔ بلاشبہ عربی ہمارے لئے نہایت دقیق زبان ہے۔ کیونکہ قرآن حکیم اور احادیث نبوی تمام عربی میں ہیں۔ خدا کے برگزیدہ پیغمبر حضور سرور کائنات معلم بھی عربی بولتے تھے اور پیغمبر صلعم کے تربیت یافتہ بھی۔ اس وجہ سے مسلمانانِ عالم کے لئے عربی زبان قابلِ احترام ہے اور ہم اسے ہر زبان پر ترجیح دیتے ہیں۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ ہم نے اسے سیکھنے کی کبھی سنجیدہ کوشش نہیں

کی۔ بلکہ اس کی صرف و نحو اور گرامر کی پیچیدگیوں کا اتنا رعب چھایا ہوا ہے کہ برسوں انگریزی پڑھ کر بھی انگریزی سے نا بلد رہتا تو ہمیں گوارا ہے۔ مگر عربی سیکھنے کے لئے دو تین سال کی محنت ہمیں پہلا معلوم ہوتی ہے، ہم میں سے تقریباً ہر مسلمان عربی کی صرف و نحو سے ڈر کر انگریزی سیکھتا رہتا ہے اور جب اس میں بھی کو را رہ جاتا ہے تو اسے ”بند زون کی زبان کہہ کر دل کا بوجھ ہٹا کر لیتا ہے۔ مگر عربی کو سرتا پا چومنے کے باوجود سیکھنے کی کوشش نہیں کرتا۔ شاید اس لئے کہ کہیں اس کے جاننے سے قرآن حکیم کی عظمتوں کا پتہ نہ چل جائے اور اس دنیا کے کا سد بار بیچ نہ نظر آنے لگیں اور کہیں اپنے نفاک حیات کو تبدیل کرنے کی اہمیت نہ واضح ہو جائے۔ (ص ۶۹-۶۸)

”میں جب کبھی عربوں سے گفتگو کرتا۔ اور اپنا مافی الضمیر ان تک پہنچانے میں وقت محسوس کرتا تو بڑی دیر تک اپنے آپ کو کورتا رہتا۔ کہ یوں تو ہم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم کی محبت کا دم بھرتے اور قرآن حکیم کے پیش کردہ نفاک حیات کو اپنانے کے لئے ہر وقت بے چین رہتے ہیں۔ مگر ہم نے اس زبان کو سیکھنے کے لئے آج تک کوئی مثبت قدم نہیں اٹھایا جس کو اللہ اور اس کے رسول نے نہ صرف اپنا پیغام نور بعشری تک پہنچانے کا ذریعہ بنایا۔ بلکہ اتنا پسند فرمایا کہ اسے ”لسان بین“ کے لقب سے نوازا۔ بلاشبہ عربی زبان کی یہ عظمت دیگر اقوام عالم کی طرح ہم پاکستانیوں کو بھی معلوم ہے۔ مگر اس حقیقت کا اعتراف ان معنوں میں بالکل بے کلمہ ہے کہ ہم نے آج تک اسے ”عربی شریف“ کہہ کر اس کی عظمتوں کا اعتراف تو کیا ہے مگر اسے سیکھنے اور جاننے کی طرف کوئی محسوس قدم نہیں اٹھایا۔“ (آئینہ حجاز ص ۱۸۶-۱۸۵)

جلد ۱ - شمارہ ۱ - ماہ شوال ۱۳۹۰ھ

ماہنامہ ”محمدت لاہور“ کا نذر کتابت عمدہ، ٹائٹل حسین و سلاوہ، صفحات ۶۳ -

مدیر: حافظ عبدالرحمن مدنی - سالانہ چندہ معاونین سے دس روپے، رعایتی پانچ روپے،
ٹی پوچر ایک روپیہ، رعایتی پچاس پیسے - مقام اشاعت: مدرسہ رحمانیہ (جسٹریڈ) گارڈن ٹاؤن،

لاہور - ۱۶ -

جماعت اہل حدیث کی مجلس التحقیق الاسلامی کا یہ پہلا شمارہ ہمیں برائے تبرہ موصول ہوا ہے۔

اداریہ عزیز زبیدی نے لکھا ہے، جس کا موضوع ہے: مسلک اہل حدیث کا ماضی اور حال: یہاں ضناً اتنا بتا دینا مفید رہے گا کہ جماعت اہل الحدیث خود کو صرف قال اللہ اور قال الرسول کا پابند سمجھتی ہے۔ اس کا لغزہ ہے: الدین قال اللہ وقال رسولہ ۛ

وہ اپنی تاویل کے مطابق سنت پر کار بند رہنا ہی دین خیال کرتے ہیں بقول شاعر ۛ

اهل الحدیث عصابة نبویة

شرفی بقول المصطفیٰ و کفعلہ

یہ وہی جماعت ہے جس کی مساعی سے برصغیر پاک و ہند میں قرآن و حدیث کی تعلیم کے مراکز کھلے، دشمنانِ اسلام کے خلاف جہاد کا احیاء ہوا۔ اور فقہ حنفیہ پر قائم رہنے والوں سے مناظرے اور مباحثے ہونے لگے، اور عوام پر یہ انکشاف ہونے لگا کہ دین ہر وہاں دست قرآن و سنت سے لیا جاتا ہے اور فقہی قوانین میں مسلسل تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ اس مختصر سی تمہید کے بعد ہم سرسری طور پر اس ادارہ کا جائزہ لیتے ہیں:

اداریہ شروع ہوتا ہے اور اس کا پہلا جملہ یہ ہے:

”سلف صالحین“ جماعت“ تو ضرور تھے لیکن ہماری طرح ان کو تنظیم کی ضرورت نہیں تھی ۛ

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا وہ سلف صالحین فرشتہ تھے؟ کیا وہ احکام الہی اور سنت نبوی کی پیروی سے چھٹی پا چکے تھے، قرآن مجید اور سنت نبوی تو جماعتی نظام اور تنظیم کی بار بار تاکید کرے اور جماعت کے لئے شوریٰ اور امیر کے حکم کی پابندی پر زور دے اور اصولوں پر بندگی سے قائم رہنے پر اصرار کرے لیکن ان حضرات کو ہماری طرح تنظیم کی ضرورت نہ ہو؟

بلکہ جماعت تنظیم سے خالی بھی ہو سکتی ہے اور جماعت بھی ان لوگوں کی جو رسول اللہ کے اسوہ کی اقتداء کرتی تھی، ایک راستہ پر ایک رخ کرتے ہوئے چلتی تھی، ”من شد شد فی النار“ سے ڈرتی تھی، اعتصام بحبل اللہ کا مصداق تھی، جو ہر وقت دشمنوں کے انساؤ و کید سے چوکتا رہتی اور الصلوٰۃ جامعۃ کے اعلان پر شوریٰ کے لئے جمع ہو جاتی، حسب استطاعت اپنی ذمہ داریوں کو بحالاتی، صلوٰۃ و زکوٰۃ و حج کو اجتماعی صورت میں ادا کرتی، کیا یہ سب باتیں ملائکہ شاہد نہیں کہ سلف صالحین جماعت کی تنظیم کے حقائق و اسرار سے واقف تھے اور جماعت کے نظام میں کسی قسم کا خلل گوارا نہ کرتے تھے، وہ نظم پر قرار

لکھنے کے لئے سعی و عمل کرتے تھے اور قدرتی تنظیم پر تنہا تکیہ نہ کرتے تھے ؟؟

اس کے بعد ادارہ کا دوسرا پیرایوں شروع ہوتا ہے :

”اسلاف کے پاس“ فکر مربوط ، وحدت عمل اور احساس بصیرت کی دولت وافر تھی اس لئے وہ سرگرم عمل بھی تھے اور تسبیح کے دانوں کی طرح منظم بھی۔

ناطقہ سر بگریباں کہ اسے کیا کہئے؟ کیا ”فکر مربوط“ میں لفظ ”مربوط“ تنظیم کی غامضی نہیں کرتا؟ اور کیا ”وحدت عمل“ تنظیم سے خالی ہو سکتی ہے؟ پھر تسبیح کے دانوں کی طرح منظم جماعت کا تنظیم سے خالی ہونا ممکن ہے؟ ایسے چہ بولہ العجیبی است؟؟

صفحہ ۷ پر کتاب و سنت کی غلامی نئی اصطلاح ہے جو نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ اب تک تو جماعت اہل حدیث کے معتمد علیہ علامہ غلام نبی، غلام رسول، غلام محمد، غلام احمد ناموں کو اسلام کی روح کے منافی قرار دیتے تھے اور ایسے نام بدل کر غلام اللہ ذکر دیا کرتے تھے، اس لئے کہ غلامی (عبادت) صرف اللہ کی ہوتی ہے کتاب پر ایمان ہوتا ہے اور اس کے احکام کا اتباع کیا جاتا ہے۔
صفحہ ۷ پر ایک پیرے میں لکھا گیا ہے :

”مسلمان صرف ”مسلم“ ہے تمام شخصی نسبتوں سے بالاتر اور کتاب و سنت کی غلامی کے لئے یکسو ہے لیکن اس کے بجائے جب دوسری شخصی نسبتوں نے سر اٹھایا، اور حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اشعری، ماتریدی، چشتی، قادری، سہروردی، نقشبندی کہلانے لگے تو اہل حدیث نے سلفی اور محمدی کہلا کر دنیا کو مار ڈلائی... الخ“

یہ عبارت حیرت انگیز تناقض و تضاد کا مرکب ہے۔ ہم اس منطق کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ اہل حدیث نے اپنے آپ کو سلفی اور محمدی اس وقت کہا جب دوسروں نے اپنے آپ کو حنفی، شافعی وغیرہ کہا، ایک ہی سانس میں خود کو تمام شخصی نسبتوں سے بالاتر بنانے کے بعد پھر اسی سانس میں خود کو محمدی اور سلفی بھی کہہ ڈالا، کون نہیں جانتا کہ سلفی کہلانے اور شافعی، حنفی وغیرہ میں سے کوئی نسبت اختیار کر لینے میں کوئی فرق نہیں، امام ابو حنیفہ، امام شافعی، امام مالک، امام احمد بن حنبلہ وغیرہم سب ہی ہمارے سلف صالحین میں تھے۔ اور تنہا سلفی کی نسبت قبول کرنے سے تمام ائمہ و سلف صالحین کی عقیدت کا طوقی شخصیات مجموعی طور پر اپنے گلے میں ڈال لیا جاتا ہے۔ بہتر یہ ہوتا کہ وہ اپنے سلفی

یا محمدی کہلانے کی نسبت کو مدحتی قرار دینے کے لئے قرآن و حدیث سے نص لاتے۔

بعد ازاں حدیث لا تنزل طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق کا مصداق اہل حدیث کو بتایا گیا ہے اور اس ضمن میں طائفۃ کی دراز کار لغتی بحث کی گئی ہے جو غور سے دیکھا جائے تو خود جماعت اہل حدیث کے حق میں نہیں جاتی، ہمارے خیال میں جماعتوں کو دعویٰ سے گریز کر کے مصلحت عوام اور انسانیت کے مفاد کے لئے زیادہ سے زیادہ کام کرنا چاہیے، عمل صالح سے اپنی عظمت و افادیت کا سکھ بٹھانا چاہیے، قرآن مجید کا صاف اعلان ہے:

لیس بامانیکم ولا امانی اهل الکتاب، من یعمل سوءً یجزیہ.....

”اغنیاء پر مساکین و غریبوں کی ذمہ داری“ سے معلق مولانا عبدالرؤف جھنڈا انجری نے مفید احادیث و آثار جمع کر دیئے ہیں۔ حافظ نذیر احمد صاحب ”طب نبوی“ بھی فائدہ سے خالی نہیں گوان کے بعض خیالات سے ہمیں اتفاق نہیں۔

اس رسالہ کی مجلس تحریر میں متعدد علماء کے علاوہ حافظ ثناء اللہ اور مولانا عبدالسلام مدینہ یونیورسٹی کے فضلاء بھی شامل ہیں۔ ہماری درخواست ہے کہ وہ ملک و قوم کے بنیادی مسائل پر قلم اٹھائیں اور جماعت اہل حدیث کو تحقیق و اجتہاد کی دعوت دے کر ان کی ٹھوس خدمت کرنے کی طرف متوجہ ہوں، اللہ ہم سب کو کتاب اللہ پر اسوۂ رسولؐ کے مطابق عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

(عبدالرحمن طاہر سورتی)

